اعلیٰ حضرت

کی

شاعری پر ایک نظر

سیّد نور محمد قادری

مرکزی مجلسِ رضا ○ لاہور

مکتوب حضرت جمال میاں فرنگی محلی بنام سید نور محمد قادری

159/D/3 KASHMIR ROAD
KARACHI-29

۸ - ۴ - ۷۵

باسمہ سبحانہ، حامداً مصلیا و تسلیما !

محترم زاداللہ فضلہ، - علیکم السلام و رحمۃ اللہ

۳۰ مارچ کا نامۂ گرامی اور دونوں رسالے (نقوش محبت اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر) موصول ہوئے - اشعار منتخب آپ کے ذوق سلیم کی دلیل اور مداح رسول (اعلیٰ حضرت بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ کی نعت گوئی سے متعلق رسالہ موجب فلاح دارین ہے جزاک اللہ میں اپنے کام میں مصروف ہوں اور آپ کی نصیحت کو یاد رکھتا ہوں -

والسلام - جمال

مکتوب جناب حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا بنام مولف

جہاں نما ۵۵ ایف گلبرگ - لاہور

فون نمبر ۸۰۸۴۳

محترم - السلام علیکم !

کتابچے وصول ہوئے ، شکریہ ! (اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر) کا مطالعہ کیا - نعتیہ کلام عشق رسول پاک میں ڈوبا ہوا ہے - ثابت ہوا حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو فن شاعری میں کمال حاصل تھا - مختلف حوالوں کے ساتھ آپ نے جس محنت و کاوش سے اس کتابچہ کو مرتب کیا ہے وہ قابل داد ہے - حضرت صاحب کی شاعری پر اخبارات میں تبصرے شائع ہوتے رہیں تو زیادہ بہتر ہو گا - اس طرح رفتہ رفتہ عوام اس پہلو سے بھی روشناس ہو جائیں گے -

نقوش محبت آپ کے حسن ذوق کا اعلیٰ نمونہ ہے - بیشتر شعرا کا کلام پڑھا ہوا تھا - مولانا حسن بریلوی کے اشعار پڑھ کر تعجب ہوا - مولانا حسن بریلوی ایک خاص انداز فکر کے مالک تھے - ایک ہی بات کو پلٹ کر دوسرے انداز سے کہنا ان کی خصوصیت تھا - اگر آپ کا کلام مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں کہیں موجود ہو تو مجھے ضرور اطلاع دیجئے - حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہمارے خاندان پر خاص کرم تھا - افسوس میرے پاس حضرت صاحب کا وہ قصیدہ نہیں جو موصوف نے حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کی تعریف میں لکھا تھا -

اپنا دیوان آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں - مزید دیگر کار لائقہ سے یاد فرمائیے -

نیاز کیش - محمد نبی

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۱

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بریلوی کی شاعری پر ایک نظر

سیّد نور محمّد قادری

مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

کتاب ——— اعلیٰ حضرت کی شاعری پہ ایک نظر

مؤلف ——— سید نور محمد قادری

کتابت ——— مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی قصوری

پروف ریڈنگ ——— محمد عالم مختار حق

طباعت بار اول ——— صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

طباعت بار دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

ناشر ——— مرکزی مجلس رضا لاہور

مطبع ——— ملّی پرنٹرز - ۲۳۷ بی - ۹ سرکلر روڈ لاہور

تعداد ——— ایک ہزار

ہدیہ ——— دعائے خیر بحق معاونین مجلس رضا

——— ملنے کا پتہ ———

مرکزی مجلس رضا

نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن

لاہور

نوٹ :- بیرونجات کے احباب بیس پیسے کے ٹکٹ برائے مصارفِ ڈاک بھیجکر طلب فرمائیں۔

فہرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

عرضِ حال

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور، کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ جلسۂ یومِ رضا (۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) کے موقع پر مجلس کی طرف سے گیارہواں رسالہ "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" از مخدومی سیّد نور محمد قادری مدظلہ، اہلِ علم حضرات کی نذر کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے جو کتب و رسائل مجلسِ رضا کی طرف سے طبع ہو کر اطراف و اکنافِ عالم میں مطبوعِ خاص و عام ہو چکے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ تجلی المشکوٰۃ از اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ

۲۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا فقہی مقام از مولانا اختر شاہجہانپوری

۳۔ فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد، تین ایڈیشن

۴۔ پیغاماتِ یومِ رضا مرتبہ محمد مقبول احمد قادری رضوی ضیائی

۵۔ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ملک شیر محمد خان اعوان، تین ایڈیشن

۶۔ سوانح سراج الفقہاء از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، دو ایڈیشن

۷۔ فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد، دو ایڈیشن

۸۔ فاضلِ بریلوی کا فقہی مقام از مولانا غلام رسول سعیدی

۹۔ المجمل المعدّد لتالیفات المجدّد از علّامہ ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۰- محاسنِ کنز الایمان از ملک شیر محمد خان اعوان

فالحمدُ للہ علیٰ ذٰلک

مرکزی مجلسِ رضا ، اہلِ سنّت کا ایک خالص علمی ادارہ ہے ۔ اس غیر سیاسی ادارے کی غرض و غایت سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارفع و اعلیٰ علمی شان و شوکت، بےمثال دینی بصیرت ، قابلِ قدر ملّی خدمات اور حلقۂ اربابِ علم و فضل و کمال میں اُن کی انفرادی اور نمایاں حیثیت سے عوام و خواص کو متعارف و روشناس کرایا جائے —— اسی سلسلے میں مجلسِ رضا کے تحت " یومِ رضا " کی سالانہ تقریب (بمقام جامع مسجد نوری، بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور) انعقاد پذیر ہوتی ہے ۔

یکم صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

ظہور الدین خاں
(سیکریٹری)

باسمہٖ سبحٰنہ

ابوالطاہر فدا حسین فدا

مدیر مہر و ماہ لاہور

حرفِ گفتنی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اہلِ قلم حضرات ملک و قوم کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہوتے ہیں لیکن یہ اصحاب علوم و فنون پر کماحقہٗ دسترس رکھنے کے باوصف اس حقیقت پر شاکی ہیں کہ زمانہ کی دستبرد نے ہر صاحب علم و فضل، ہر دانشور اور ہر ذی شعور کے جوہرِ ادراک کو ہمیشہ طاقِ استرداد پر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ذکی و فہیم انسان حالات کی سنگینی کا شکار ہو کر ایک بے کیف سی زندگی بسر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، ہمارے سامنے ایسی ایسی ثقہ، نابغۂ روزگار اور بے عدیل شخصیات موجود ہیں جن کی تحریرات بلاشک و ریب قدر و منزلت اور توصیف و ستائش کی سزاوار ہیں لیکن بعض ناقدین حضرات ایسے اربابِ علم و فضل کے سادہ مگر تحقیقی اندازِ نگارش کو اپنے اعجازِ بیان، جدّت طرازی اور نئے نئے افکار و اظہار کا ہمسر نہ سمجھتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، جس کے باعث ان میں بے اعتمادی رجائیت اور مایوسی کا تاثر پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے سینے ان کی صلاحیتوں کا مدفن ثابت ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کہ میرے اس اظہارِ حقیقت کی طوالت ناظرین و قارئین کے اذہان پر کسی حد تک گراں گزر رہی ہو مگر اس سے میرا مطمح نظر کسی کے خیالات کو پراگندہ د

پریشان کرنا ہرگز نہیں، بلکہ مجھے اپنے دلی جذبات و احساسات کی حقیقی کیفیت کا اظہار مقصود ہے۔

یہاں مجھے عصرِ حاضر کی ایک ایسی شخصیت کی علم دوستی اور ادب نوازی کا ذکر کرنا ہے جو ضلع گجرات کے خانوادۂ سادات سے تعلق رکھتی ہے اور جس نے اپنے لمحاتِ زندگی خدمت علم و ادب کے لیے وقف کر رکھے ہیں، یہ فقیر منش اور گوشہ نشین ہستی اردو اور فارسی کے گرانمایہ اور شعور و احساس کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس سے میری مراد جناب سیّد نور محمد شاہ صاحب قادری ہیں۔

سیّد نور محمد قادری مکتب علم و فضل کے ایک منجھے ہوئے ادیب ہیں، اگرچہ آپ نے اہلِ زبان کی "روایات" کی آغوش میں پرورش نہیں پائی تاہم ایک سلجھے ہوئے نثرنگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے مثل سخن فہم و سخن شناس بھی ہیں، شعر و سخن کے محاسن و قبائح کی جانچ اور پرکھ سے قطع نظر تحقیق و تفحص آپ کا محبوب مشغلہ اور علمی بحث و تمحیص آپ کی طبیعت کا خاصہ ہے۔

شاہ صاحب موصوف کو ذوقؔ و غالبؔ، میرؔ و مومنؔ، آتشؔ و ناسخؔ اور حالیؔ و اقبالؔ کے علاوہ دیگر متقدمین و متاخرین اساتذۂ مشاہیر کے کلام پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے، جن سے مستفید و متأثر ہو کر آپ نے کئی ایک مفید اور پُر از معلومات شاہپارے تخلیق کیے جن میں سے بعض تو زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں اور بعض ابھی زیرِ طبع ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ موصوف کی تازہ ترین تخلیق "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" اس وقت آپ کے پیشِ خدمت ہے اس میں آپ نے فاضلِ بریلوی اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خان نوّر اللہ مرقدہ کی شاعری پر جو ایک مختصر سا مضمون سپردِ قلم کیا ہے، اس کی جامعیت و اکملیت فی الواقع قابلِ توصیف ہے۔ اس میں شاہ صاحب موصوف نے

اپنے مجوزہ موضوع کو نہایت خوش اُسلوبی اور محققانہ دلائل کے ساتھ بطریقِ احسن بیان کیا ہے یعنی اعلیٰ حضرت کو بحیثیت ایک شاعر کے پیش کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک فاضل مفسّر، عظیم محدّث اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فطری و وہبی شاعر بھی تھے۔ انہیں جملہ مشہور اصنافِ سخن مثلاً غزل، رباعی، نعت اور قصیدہ وغیرہ پر کامل دسترس اور مہارتِ تامہ حاصل تھی۔

اس مقالہ کے شروع میں "اعلیٰ حضرت کی غزل گوئی" کے عنوان کے تحت صنفِ غزل پر بحث کرتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے یہ ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نعت میں تغزل کی سی رنگینی و لطافت اور حسن آفرینی جلوہ گر ہے۔ ان کے حقیقت افروز اشعار مجاز کا رنگ لئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور بعض وقت تو ان کی نعت پر غزل کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ان کے اشعار میں وارداتِ قلب کی کیفیات، رموزِ عشق کی تفاسیر اور مشاہداتِ حسن کی رعنائیوں کے علاوہ ان کی فکری و شعوری صلاحیتوں کا ایسا بھرپور اظہار ہے کہ جسے غزل کا طُرّۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ تشبیہوں و استعاروں کا برمحل استعمال ان کی شاعری کی جان ہے۔

اعلیٰ حضرت کے قادر الکلام شاعر ہونے کا یہ ایک بدیہی ثبوت ہے کہ وہ اردو کلام کے علاوہ فارسی میں بھی جہاں شاعر کا علوِّ تخیّل کام کرتا ہے، پوری شدّ و مدّ کے ساتھ نہایت بے تکلّفی و بے ساختگی سے گذرتے ہوئے حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ اپنی خداداد اعلیٰ صلاحیتوں اور فنی کمالات کی وجہ سے دیگر اساتذۂ فن کے مقابلے میں ایک ایسی لاثانی و منفرد حیثیت کے حامل تھے کہ ان کے معاصرین و مخالفین بھی ان کی شاعرانہ عظمت کے صدقِ دل سے مدّاح و معترف تھے۔

چونکہ اعلیٰ حضرت ممدوح ایک مسلّم الثبوت نعت گو شاعر تھے اس لئے فاضل مقالہ نگار نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے ان کی صنفِ غزل پہ اظہارِ خیال کرنے کے بعد ان کی نعت گوئی پر بھی روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے کلام کا بیشتر حصّہ خالص

اسلامی نقطۂ نگاہ کو پیش کرتا ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار میں جو ادبی خوبیاں ہیں وہ کسی دوسرے نعت گو شاعر کے حصے میں بہت کم آئی ہیں۔ ان کی شاعری اس والہانہ شوق و اشتیاق کا حقیقی اظہار ہے کہ ایک مسلمان کے لئے دنیا میں جو سب سے بیش بہا نعمت ہے، وہ صرف عشقِ رسول کا حقیقی جذبہ ہے جس کے بغیر دنیا کی کوئی ہستی بارگاہِ رب العزت میں قبولیت کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتی اور دنیا و عقبیٰ کی ہر سرفرازی و سربلندی اسی جذبہ کی آئینہ دار ہے۔

فاضل مقالہ نگار کے حسنِ انتخاب سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے کلام میں جگہ جگہ ایسے ہی پاکیزہ اور منزہ خیالات پر نہایت ادب اور کمال احترام کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور اس امر کی تصدیق و توثیق فرمادی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں اور بشارتوں کا منبع و مخرج قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعہ "حدائق بخشش" کے حوالہ جات سے ان کی عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی شاعری کے ساتھ مقالہ نگار نے اپنی والہانہ عقیدت اور پُر خلوص محبت کا بھی ایسے اچھوتے انداز میں اظہار کیا ہے کہ ہر ذی علم، ہر منصف مزاج اور ہر صاحبِ بصیرت انسان اس کی قابلیت، رسائی فہم اور حقیقت شناسی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مقالہ نگار موصوف کی اس علمی تخلیق کے مطالعہ سے یہ حقیقت ہر چند واضح ہو جاتی ہے کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان آج بھی اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام سے مبہوت و ساکت اور مسحور و مخمور ہو کر دنیا و مافیہا سے قطعی طور پر بے خبر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک ایسے حسین و جمیل تصور میں کھو جاتا ہے کہ جس سے اس کے دل میں حقائق و معارف کی کچھ ایسی تفسیریں اور تعبیریں وضع ہو جاتی ہیں جن سے منزلِ عشق حقیقی کی صحیح نشاندہی ہونے لگتی ہے اور یہی استغراق و وجدان اس انسان کو کائنات کی عارضی آسودگیوں اور غیر حقیقی مسرتوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی تڑپ اس کے نہاں خانۂ دل میں گھر کر لیتی ہے جو اسے نجاتِ دارین کی بشارت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ میں شاہ صاحب موصوف کی اس

شاندار علمی کاوش پر انہیں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آخر میں مجھے اس امر کا اظہار کر دینا بھی ناگزیر معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ نظر رسالہ کی طباعت و اشاعت " مرکزی مجلسِ رضا لاہور " کے زیرِ اہتمام عمل میں لائی جا رہی ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی فاضل شخصیت سے عامۃ الناس کو روشناس کرانے کے لئے مرکزی مجلسِ رضا نے جو جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، وہ لائقِ تحسین و آفرین ہیں، اس کے لئے بانیانِ مجلس اور دیگر اراکین اصحاب مستحقِ صد تبریک و تہنیت ہیں۔

دعا ہے کہ رب العزت ادارۂ مجلسِ رضا لاہور کے جملہ معاونین کو ان کی گرانقدر خدمات پر اجرِ جزیل سے نوازے اور انہیں خدمتِ دین و ملّت اور خدمتِ ملک و قوم کی بیش از بیش توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

۱۲ر جنوری ۱۹۷۵ء

لاہور

اِنتساب

میں ان اوراق کو حضرت پیر و مرشد صاحبزادہ قاضی محبوب عالم صاحب، مدّظلہُ، سجادہ نشین دربار آوان شریف کی خدمتِ اقدس میں بطورِ نذرِ عقیدت پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں ؎

بہرِ بلبل ہدیۂ دیگر بدستِ ما نبود
بوئے گل در دامنِ بادِ صبا پیچیدہ ایم

؎ سو واری تارے چمکن پئے سو واری شبنم ڈھلکے پئی
جنہّاں نے تینوں ویکھ لیا اوہ نظراں کتے نہ ٹھہر دیاں (فضل گجراتی)

خاکپائے محبوب:
فقیر سیّد نور محمد قادری، چک نمبر ۵ شمالی
ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی قدر متنوّع اور گوناگوں خصوصیات کی حامل تھی۔ بہت سے علوم و فنون پر انہیں مجتہدانہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کی جامعیت پہ تبصرہ کرتے ہوئے مشہور نقاد ڈاکٹر سیّد عبداللہ فرماتے ہیں :۔

"وہ جیّد عالم، متبحّر حکیم، عبقری فقیہ، صاحبِ نظر مفسّرِ قرآن، عظیم محدّث اور سحر بیان خطیب تھے، لیکن ان تمام درجاتِ رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشقِ رسول کا۔"

(پیغاماتِ یومِ رضا، شائع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور ص ۳۵)

فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم پر "معارف" اعظم گڈھ ہندوستان، کا تبصرہ نگار یوں رقمطراز ہے :

"ان فتاویٰ سے مولانا کی جامعیّت، علمی بصیرت، فقہی جُزرسی، استحضار، ذہانت اور طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔"

(معارف اعظم گڈھ ستمبر ۱۹۶۹ء بحوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۱۱۲، شائع کردہ مجلسِ رضا)

علمِ ریاضی اور ہندسہ پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم جیسی ماہر ریاضی شخصیّت استفادے کیلئے حاضرِ خدمت ہوئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے حیاتِ اعلیٰ حضرت مرتبہ ظفر الدین قادری ص ۵۷-۱۵۰)

قرآنِ پاک کا ترجمہ ایک ایسا شاہکار ہے جو مترجم کی عربی اور اردو زبان پر

مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ علمِ تکسیر میں تو انہیں "اَنَا وَلاغیری" کا درجہ حاصل ہی تھا، علمِ ہیئت، نجوم اور توقیت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، پھر ان تمام فنونِ عالیہ پر انہیں جس قدر عبور حاصل تھا، اس کو دیکھتے ہوئے بے اختیار مرزا نوشہ کا یہ مصرعہ ؏

شعر خود آں خواہش کرد کہ گردد فنِّ ما

زبان پر آجاتا ہے۔ یہ علوم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ذاتِ مقدس کے لئے وجہِ افتخار نہیں تھے بلکہ ان کی ذات ان علوم کے لئے مایۂ ناز تھی۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام اتنا بلند ہے کہ ان کی دوسری خصوصیات اس کے سامنے دب کر رہ گئی ہیں خصوصًا ان کی شاعری، اگرچہ آپ کی "نعت گوئی" پر علّامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، ملک شیر محمد صاحب اعوان، علّامہ اقبال احمد فاروقی اور عابد نظامی صاحب کے مقالات شائع ہو چکے ہیں اور ان مقالات کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعت گوئی کی تصویر نکھر کر سامنے آجاتی ہے، لیکن ان کی غزل گوئی اور دوسری اصنافِ سخن پر کسی صاحب نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا حالانکہ وہ جہاں ایک بہت بڑے نعت گو ہیں، وہاں ایک اچھے غزل گو بھی ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ میں ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی شاعری پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالیں گے تاکہ ان کا مقام بحیثیت ایک شاعر متعیّن کرنے میں مدد مل سکے۔ اس مقالہ میں انکی شاعری کا جو انتخاب پیش کیا گیا ہے وہ حدائقِ بخشش حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم اور ماہنامہ "اعلیٰ حضرت"، بریلی، ستمبر ۱۹۶۶ء سے ماخوذ ہے اور صرف وہی اشعار منتخب کئے گئے ہیں جو فنّی لحاظ سے بلند پایہ ہونے کے ساتھ ساتھ صداقت و خلوص اور سوز و گداز کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں۔

اعلیٰحضرت کی غزل گوئی

اعلیٰ حضرت کی غزل گوئی پر کچھ عرض کرنے سے قبل اگر اچھے شعر کی تعریف پر ایک نظر ڈال لی جائے تو بہتر ہوگا۔

عصرِ حاضر کے ایک عظیم نقّاد مجنوںؔ گورکھپوری فرماتے ہیں :۔

" شاعری موزون اور پُر ترنّم الفاظ میں دلی جذبات کا اظہار ہے اور شاعری کا اصلی خمیر تغزّل یعنی داخلی اور اندرونی تحریک ہے۔ اگر شاعری کو الہام یا نوائے سروش کہا جاتا ہے تو اسی اعتبار سے شاعری کی کوئی صنف شاعری رہتے ہوئے اس مرکزی عنصر سے بے نیازی نہیں برت سکتی۔ قصیدوں اور مثنویوں کے وہی اشعار زبان زَد ہوئے ہیں، یا زبان زَد ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں جن میں کچھ غزل کا انداز نکلتا ہے۔" (رسالہ نگار" اصنافِ سخن نمبر" ص۳۷، ۱۹۵۷ء)

مندرجہ بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری کی اصل جان یا روح صرف تغزّل ہے جسے سوز و گداز اور خلوص سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ شعر قصیدہ سے تعلق رکھتا ہو، مثنوی کا ہو یا غزل کا، صرف وہی زندہ رہے گا جو تغزل کی خوبی کی دولت سے مالا مال ہوگا ورنہ محض قافیہ پیمائی ہوگی۔

مثال کے طور پہ اردو کے دو عظیم شاعروں کے دو شعر پیش کئے جاتے ہیں جن کا مرکزی خیال ایک ہے لیکن ایک تغزل کی خوبی کی وجہ سے زبان زد ہو گیا ہے اور دوسرا تغزل سے عاری ہونے کی وجہ سے ایک عام اصلاحی شعر بن کر رہ گیا ہے۔ شعر ملاحظہ ہوں

شادؔ عظیم آبادی فرماتے ہیں ؎

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کے خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

حالیؔ کہتے ہیں ؎ کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

دوسرا شعر تغزّل کی کمی کی وجہ سے عام شعر ہو کر رہ گیا ہے۔

اب ہم بعض مشہور شاعروں اور اعلیٰ حضرت رضؔا بریلوی کے ایک ہی موضوع پر کہے ہوئے چند اشعار پیش کرتے ہیں جن سے صاحبِ ذوق حضرات اندازہ کر سکیں گے کہ اعلیٰ حضرت رضؔا نے ان عظیم اساتذہ کے مقابلہ میں اپنی انفرادیت کو کس طرح بحال رکھا ہے:۔

اردو شاعری میں "زلف و گیسو" کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اگر اس موضوع پر کہے ہوئے اشعار کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم مجلّدات تیار ہو سکتے ہیں۔ ہم ذیل میں غالؔب، آتؔش، اقبؔال اور اعلیٰ حضرت کا صرف ایک ایک شعر پیش کرتے ہیں اور فیصلہ صاحبِ ذوق حضرات پر چھوڑتے ہیں۔

؎ نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں (غالؔب)

؎ شام سے ڈھونڈا کیا زنجیر پھانسی کے لئے
صبح تک میں نے خیالِ گیسوئے پیچاں کیا (آتؔش)

؎ گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
قلب و نظر شکار کر ہوش و خرد شکار کر (اقبؔال)

؎ تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو (رضؔا)

لفظِ "آئینہ" کا استعمال شعراء کے ہاں عام ہے اور انہوں نے اس لفظ سے صد ہا نکتے نکالی ہیں اور خصوصاً غالؔب تو اس قبیل میں منفرد اور واقعی غالب ہیں۔ زیرِ نظر اشعار میں دیکھئے اعلیٰ حضرت رضؔا اور دیگر اساتذہ نے آئینہ کو اپنے اپنے انداز میں کس طرح باندھا ہے:۔

؎ دیکھ کر حالِ زبوں کو میرے حیراں رہ گیا یار کے دل سے بھی تھا ہر چند پتھر آئینہ
روبروئے یار رہتے ہی زباں ہوتی ہے بند کس طرح طوطی کو کرتا ہے سخن ور آئینہ (آتؔش)

مدّعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے　　آئنہ خانہ میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے (غالبؔ)

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے

کرے جو پرتوِ خورشید عالم شبنمستاں کا　　(غالبؔ)

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ　　طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ (غالبؔ)

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یا رب!

نظارہ روئے حیرت کا بہانہ کر کے حیرت کا　　(رضاؔ بریلوی)

عکس در آغوش و جاں محوِ جمالِ پاک دوست

کیا ہی بھاتا ہے مجھے اندازِ روئے آئینہ !　　(")

مندرجہ بالا اشعار پیش کرنے سے ہمارا مقصود اعلیٰ حضرت رضاؔ کا دوسرے غزل گو اساتذہ سے مقابلہ و موازنہ مقصود نہیں بلکہ ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرتِ رضاؔ جنہیں صرف مولود خواں سمجھا جاتا ہے، وہ غزل کے بھی اچھے شاعر ہیں اور ان کے کلام میں تغزّل کے دلکش نمونے بکثرت ملتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں ان کے کلام میں سے اردو اور فارسی کے چند ایسے منتخب اشعار پیش کرتے ہیں جن میں فنّی لحاظ سے بھی کوئی سقم نہیں ہے اور تغزّل کے معیار پر بھی پورا اترتے ہیں: ؎

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ　　یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

جب بامِ تجلّی پر وہ نیّرِ جاں آیا سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا

تھا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا یہ کیا سمائی کہ دورانِ سے وہ جمال گیا

کسی وحشی کی خاک اڑ کر حرم میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھا شورِ مستانہ سلاسل کا

شوق روکے نہ رُکے پاؤں اٹھائے نہ اُٹھے کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائی دوست

تو نے تو کہہ دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج آج اُن کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

یہ جامِ تلخ وہی خوشگوار کرتے ہیں جو ان کی یادِ دمِ احتضار کرتے ہیں

آتشِ دل بھی تو بھڑکاؤ ادب داں نالو کون کہتا ہے کہ تم ضبطِ نفس جانے دو
دیدِ گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر ہمصفیرو ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اُٹھ دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

جہاں کی خاک روبی نے چمن آرا کیا تجھ کو
صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

کوئی اور پھول کہاں کھلے نہ جگہ ہے جوششِ حسن سے
نہ بہار اور پہ رخ کرے کہ جھپک پلک کی تو خار ہے

فارسی کلام کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک مسلسل غزل ملاحظہ فرمائیں :۔

حیرت زدہ ام چہ خواب دیدم در عینِ شب آفتاب دیدم
قربانِ نگاہِ خود کہ آں نور بے پردہ و بے نقاب دیدم
آں جلوۂ رُخ بزیرِ گیسو خورشید تہِ سحاب دیدم
برقے ز طورِ جاں ربا ید ایں طرفہ کہ بے حجاب دیدم
یاراں بہ رضا خبر کہ رام شب در دے بدلِ ضراب دیدم

ایک قصیدے کی تشبیب کے دو قطعہ بند اشعار ملاحظہ فرمائیں :۔

من کہ می گریم سزائے من کہ رویت دیدہ ام
تو کہ آئینہ نہ بینی ازچہ رو گریاں توئی !
یا مگر خود را بروئے خویش عاشق کردہ ای
یا حسیں تر دیدۂ از خود کہ صیدِ آں توئی

"طشت از بام افتادن" کا محاورہ دیکھئے کہ کس خوبی سے نظم کیا گیا ہے :۔

علمے جملہ زباں گشت و نگفتن باقیست طشت از بام فتاد است و نہفتن باقیست

اعلیحضرت کی نعت گوئی

یک چند بمداحئ او دل بستیم عمرے قدمے اشہب خامہ بستیم
دیدیم رضا حوصلہ فرسا کاریست کاغذ بدریدیم و قلم شکستیم

فخرِ موجودات آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ قافیہ پیمائی اور الفاظ و بیان کے جادو جگانے کا نام ہے۔ یہاں پیچ و تابِ رازی کی بجائے سوز و سازِ رومی کی ضرورت ہے۔ محترمہ سیّدہ حنا لکھتی ہیں :۔

" نعتِ شہِ کونین شیفتگی چاہتی ہے آشفتگی نہیں، سپردگی چاہتی ہے دیوانگی نہیں، ہوش چاہتی ہے بے ہوشی نہیں، تہذیب چاہتی ہے دیوانگی نہیں"

(سیارہ لاہور عبدالعزیز خالد نمبر مئی ۱۹۶۹ء صفحہ ۵۶۹)

سیّد حسن مثنّیٰ ندوی فرماتے ہیں :۔

" فنِ نعت گوئی بڑا نازک ہے۔ ایک شاعر نظمیں تو بہت لکھ سکتا ہے لیکن محبتِ رسول کی چمک دل میں موجود نہ ہو تو موثر اور کیف انگیز نعت کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے دل میں رسول کی محبت و عقیدت کی باضابطہ پرورش کی ہے اور قلب و روح کو احترام و عقیدت کا خوگر بنا لیا ہے۔"

(سیارہ لاہور عبدالعزیز خالد نمبر ص ۵۸۸ مئی ۱۹۶۹ء)

ہر نعت گو کی نعت میں اتنی ہی گہرائی اور گیرائی ہوگی جتنی اس کے دل میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کے لئے جگہ ہوگی، کوئی آپ کی نعت پر قلم اٹھاتے ہوئے آپ کو مصلح (Reformer) کے روپ میں پیش کرتا ہے اور کوئی صرف اتنا ادب ہی ضروری سمجھتا ہے جتنا کہ چھوٹے بھائی کے لئے بڑے بھائی کا ادب و احترام لازمی ہے لیکن اس ذاتِ مقدس

کو ہر اس خوبی اور نیکی کا مجموعہ سمجھتا ہے جو کسی ایک ذاتِ واحد میں جمع ہو سکتی ہیں اور اس مجموعہ ہائے خوبی کو دیکھ کر پکار اٹھتا ہے ؛ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ آپ کی ذات کو خالقِ اکبر کا بندہ سمجھنے کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کو خلق کا آقا، سرور اور مولا بھی سمجھتا ہے، وہ آپ کی ذاتِ اکمل و اعلیٰ کو بعد از خدا تمام موجودات سے بزرگ و برتر سمجھتا ہے۔ نعت کی راہ" رہ بردمِ تیغ "سے کم نہیں ہے، عرفی کہتا ہے ؎

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست

آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن

نعتِ شہِ کونین و مدیحِ کے و جم را

یہاں قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں اور پھر اس ذاتِ پاک کی نعت و ثنا جس پر خود خالقِ کائنات درود و سلام بھیجتا ہو۔ ایک عاشقِ صادق اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی زیادہ نعت و ثنا بیان کرتا ہے اتنا ہی اسے اپنی نارسائی و عجز کا احساس ہوتا ہے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است (غالب)

جامی جیسا قادر الکلام شاعر اظہارِ عجز یوں کرتا ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دنیا کی ہر زبان میں خواجۂ دو عالم، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ضخیم دفتر لکھے گئے ہیں لیکن بہت کم شعراء کا کلام ایمان کو تازہ کرتا اور دل کو گرماتا ہے کیونکہ کسی کو زبان پر تو عبور حاصل ہے لیکن سینہ سوز سے خالی ہے اور اگر کسی کو دردِ عشق کی یہ نعمت ارزانی ہوئی ہے تو

اس کا کلام بحیثیت شعر بہت پھیکا ہے۔ حسنِ بیان اور خلوص وعشق کا صحیح امتزاج عاشقانِ صادق کے ان شعروں میں دیکھئے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا (عزتؔ بخاری)

ع جز محمد نیست در ارض و سما (رومیؔ)

جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ دلم زندہ شد از وصالِ محمد (جامیؔ)

دیدۂ عالم بتو روشن شود گلخنِ گیتی بتو گلشن شود (〃)

باخدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار یارسول اللہ او پنہاں وتو پیدائے من (اقبالؔ)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم من وتو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بہ گوئیم بہ پائے خواجہ چشماں رابمالیم (اقبالؔ)
ہر کہ عشقِ مصطفٰے سامانِ اوست بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست (〃)
روزِ محشر اعتبارِ ماست او درجہاں ہم پردہ دارِ ماست او (〃)

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است خویش را خود عَبدُہٗ فرمودہ است
عبدہٗ از فہمِ تو بالا تر است زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدُہٗ فاش تر خواہی بگو ھُو عبدُہٗ (〃)

تو چہ دانی قوتِ اہلِ نظر　　نیم وا چوں وا شُد انشق القمر　(غلام غوث صمدانی[1])

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے!
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے!　(اعلحضرت رضا)

وہ دانائے سُبل ختمِ رسل مولائے کل جس نے!
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ (اقبالؔ)

مطاعِ آدم و انجم متاعِ لوح و قلم　　محمدؐ امی محبوب کبریا صلعم[2]
وہ لایموت سراجِ سبل امام رسل　　امیرِ قافلۂ سخت کوش اہلِ ہمم
ترانۂ ملکوتی، غنائے لاہوتی　　نوائے پاکِ قنوتی کہ جس میں زیر نہ بم　(عبدالعزیز خالدؔ)

تری جالیوں سے پرے کبھی جو نگاہِ شوق نکل گئی　　تری جلوہ گاہِ جمال میں ترے آستاں پہ مچل گئی
کوئی نذر کام نہ آسکی تری بارگاہِ قبول میں　　مگر اک فغانِ دلِ حزیں جو غزل کے روپ میں ڈھل گئی
(نیرؔ واسطی)

---

[1] چوہدری غلام غوث صاحب صمدانی (م ۱۹۷۲ء) عصرِ حاضر کے ایک گوشہ نشین فاضل اور عاشقِ رسول تھے آپ کی مثنوی (مثنوی صمدانی) فارسی ادب میں اونچا مقام رکھتی ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب' آوان شریف والوں سے بیعت تھے اور حسبِ وصیت حضرتِ قاضی کے قدموں میں آوان شریف میں مدفون ہوئے۔ آپ کی نعت گوئی پر فقیر نے ایک مقالہ تیار کیا ہے جو عنقریب کسی علمی رسالہ میں اشاعت پذیر ہوگا۔　سید نور محمد قادری

[2] صلعم لکھنا منع ہے۔ (ادارہ)

دل آپ، نظر آپ، جسم آپ ہیں جاں آپ ہیں چاہنے والوں کے لئے ایک جہاں آپ (سید آغا صادق)

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفٰے کی طرح

سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح

بغیر عشقِ محمد کسی سے کھل نہ سکے رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح

(سراج الدین ظفرؔ)

توصیف ہو مقصود تو الفاظ نہیں ہیں کونین کی ہر شے سے جمیل آپ حسیں آپ

(صادق نسیم)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بھی ان عاشقانِ پاک طینت کی طرح "شمعِ بزمِ ہدایت" کے پروانے ہیں۔ آپ کا کلام عشق و مستی اور درد و سوز کی نعمت سے مالا مال ہے۔ آپ کا منتخب کلام پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی کے بارے میں چند نقّادانِ فن اور شعر و ادب کے رسیا حضرات کی گرامی قدر آراء پیش کر دی جائیں۔

۱۔ حافظ مظہر الدین صاحب فرماتے ہیں:۔

"اعلیٰ حضرت کے نغموں سے عشق و مستی کا جہان آباد ہے۔ دلوں کو نئی زندگی مل رہی ہے، عشق کو فروغ نصیب ہو رہا ہے اور محبت زمزمہ خواں بن کر روحوں کو سوز آشنا بنا رہی ہے۔" (پیغاماتِ یومِ رضا ص۴۲، مرکزی مجلسِ رضا لاہور)

۲۔ مشہور نقّاد اور شاعر جلیلؔ قدوائی نے نومبر ۱۹۵۸ء میں "بزمِ سیماب" کراچی کی طرف سے منعقدہ جشنِ یومِ میلاد النبی (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) میں اپنے خطبۂ صدارت بعنوان "اردو شاعری میں نعت" میں حضرت محسنؔ کاکوروی اور حضرت امیرؔ مینائی کے چند ایمان افروز اشعار پیش کرنے کے بعد فرمایا:۔

"ایک نعت گو شاعر مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کتنا شاندار مطلع ہے ؎

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۴ر نومبر ۱۹۵۸ء)

۳۔ پروفیسر محمد مسعود صاحب اپنی بے مثال تصنیف" فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" میں رقمطراز ہیں:

" فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلکِ شعری کے طور پر اپنایا اور اس میدان میں خوب خوب دادِ سخن دی۔ آپ کی نعتیں جذباتِ قلبیہ کا بے سرو پا اظہار نہیں بلکہ آدابِ عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں، اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔"

("فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" شائع کردہ مجلس رضا، ص۸۶،۸۵)

۴۔ مولانا ماہر القادری ملک شبیر محمد صاحب اعوان کے کتابچہ" مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے، یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے ہٹ کر صرف نعتِ رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا" مولوی

ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے ۔" (ماہنامہ "فاران" کراچی، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۴۵-۴۴)

۵۔ حکیم سیّد علی احمد نیّر واسطی: اعلیٰ حضرت صرف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی نعتیں ہی نہیں کہتے تھے بلکہ نعتیہ مجلسیں بھی بڑے اہتمام سے منعقد کرواتے رہتے تھے۔ ایک ایسی ہی مجلس میں شرکت کا شرف محبِّ گرامی قدر علامہ نیّر واسطی صاحب کو بھی ہوا ہے۔ چنانچہ وہ "شعر و حکمت" کے دیباچے میں فرماتے ہیں:۔

"بریلی پہنچا تو حضرت مولانا احمد رضا خاں کی محفلِ نعت میں یہ نوائے درود و سلام بلند کی ؎

اے پیامِ رحمتِ حق، صاحبِ خلقِ عظیم | اے کریم اے مظہرِ شانِ خداوندِ کریم
صدرِ بزمِ انبیائے اوّلین و آخریں | زینتِ فرشِ زمیں آرائشِ چرخِ بریں
دہر میں باقی ہے جبتک بزمِ ہستی کا نظام | ذاتِ اقدس پر ہزاروں رحمتیں لاکھوں سلام

(شعر و حکمت ص۱۸، شائع کردہ ملک سراجدین اینڈ سنز لاہور)

۶۔ شیخ عبد الشکور صاحب:۔ شیخ صاحب لاہور کے متعلق پرانی یادوں کے امین ہیں۔ آج سے نصف صدی پہلے کی علمی و مذہبی مجلسوں کی یادیں ان کے سینہ میں محفوظ ہیں۔ وہ اپنے ایک مضمون "ایک سماجی شعبدہ باز" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"لاہور میں نواب فتح علی قزلباش کے نوابی دور میں مبارک حویلی میں جس ٹھاٹھ سے مجالس ہوا کرتی تھیں وہ اپنی نظیر آپ رکھتی تھیں۔ جب عوض علی سوز خواں استاوری کی لے میں یہ شعر پڑھتا ؎

لحد میں عشقِ شہِ دیں کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے [۱]

تو سامعین کے سر بے اختیار ہل جایا کرتے تھے۔"

(ادبی دنیا شمارہ ۱۱، دورِ پنجم ص۳۷)

---

[۱] اصل میں یہ شعر یوں ہے:۔ لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے بھی اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام محرم کی مجالس تک میں مقبول و متداول تھا۔

۷۔ عبدالکریم ثمر صاحب ہفت روزہ "قندیل" کے شمارہ ۲۱ جلد ۴ بمطابق ۹ مئی ۱۹۵۰ء میں لکھتے ہیں :۔

" غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ اجلاس تھا اقبال جلسہ کے صدر تھے۔ جلسہ میں کسی خوش الحان نعت خوان نے جناب رضاؔ کی نظم، (نعت) شروع کر دی جس کا مطلع تھا ؎

رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ

نظم کے بعد علامہ اقبال اپنی صدارتی تقریر کے لئے اُٹھے اور ارتجالاً ذیل کے دو اشعار ارشاد فرمائے ؎

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ

تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمدؐ

(بحوالہ ہفت روزہ رضوان ۷ جولائی ۱۹۵۲ء)

۸۔ مشہور شاعر سبطین شاہجہانی اعلیٰ حضرت کی شعری خصوصیات کو یوں منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں :۔

سخن میں سوز بھی ہے ساز بھی محبت بھی

سخن میں فیض بھی الفت بھی ہے شرافت بھی

سخن میں درد بھی ہے خواہشِ حضوری بھی

سخن میں وصل بھی ہجراں بھی قرب و دوری بھی

سخن میں شبنمی لفظوں کی کیف رانی بھی

سخن میں کوثر و تسنیم کی روانی بھی

سخن میں پھول کا رس نہرِ انگبیں کا خرام

سخن میں کیف فشاں نغمۂ درود و سلام

(مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، شائع کردہ مجلس رضا؁، طبع دوم)

اب ہم ذیل میں رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا ایک جامع انتخاب پیش کرتے ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت رضاؔ اردو زبان کے سب سے بڑے نعت گو اور بلند پایہ قادر الکلام شاعر ہیں:

انتخاب از قصائد

اردو زبان میں نعتیہ قصائد کا ذخیرہ بہت محدود ہے، لے دے کے ہمیں اعلیٰ حضرت، کرامت علی شہیدیؔ، عزیز لکھنوی، اقبال سہیلؔ، مرزا سوداؔ، اور عبدالعزیز خالد کے ہاں کامیاب نعتیہ قصائد ملتے ہیں، خصوصاً اعلیٰ حضرت کے قصائد نعتیہ شاعری کا نہایت ہی پاکیزہ نمونہ ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل انتخاب سے ظاہر ہوگا:۔

قصیدۂ سلامیہ

:۔ اردو زبان کا یہ سب سے زیادہ مقبول قصیدہ ہے۔ اقبالیات کے مشہور فاضل پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب اس قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سرکارِ ابد قرار، زبدۂ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلامِ منظوم پیش کیا تھا اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا کیونکہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو گا جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں"

(ندائے حق، جون ۱۹۶۰ء، ص۱۳)

حفیظؔ جالندھری صاحب کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور کالم نگار میاں محمد شفیع (م۔ش) صاحب اس قصیدے کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"برِ صغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے

اور تیسرے عشرہ میں امام اہلِ سنت و جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریک رابطۂ مسلم عوام کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں عشقِ محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برّصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے " مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام " گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں، اسی طرح حفیظ کے شاہنامۂ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد، ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۲ر نومبر ۱۹۷۳ء)

اعلیٰ حضرت کو خود بھی اس قصیدۂ مبارکہ کے بارگاہِ رسالت میں مقبول ہونے کا یقین تھا چنانچہ فرماتے ہیں :۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اب اس مبارک قصیدے کے چند اشعار سنیئے اور اپنے دل و دماغ کو عشقِ رسول کے کیف و انبساط سے محظوظ فرمائیے ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوّت پہ روشن درود — گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود — مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس — کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جَو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود — فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم　　اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود　　ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا　　اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

وصف جس کا ہے آئینۂ حق نما　　اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

روزِ گرم و شبِ تیرہ و تار میں　　کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

قصیدۂ معراجیہ : اس قصیدۂ مبارکہ کے متعلق حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی لکھتے ہیں :۔

"ایک دفعہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔"

(مجدّدِ اسلام از نسیم بستوی صـ ۱۶۴)

خطیبِ ملّت مولانا عبدالماجد بدایونی اپنی بے مثل تصنیف "دربارِ علم" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

"ہر دربار کے اول کچھ نثر خوبصورت نقشۂ دربار و اشتیاقِ دربار ہے جس کی غرض صرف تنشیطِ اذہان و تلمیحِ ذوق جو نظم و نثر میں جبکہ کسی صورتِ خیالیہ کو واقعہ کی شکل میں دکھانا ہو، برابر برتا گیا ہے۔ بعض شعرا نے نعت و مناقب کے قصائد و بیانِ واقعاتِ ہجرت و معراج میں بھی اس طرح کا کلام زائد اس غرض سے کہا ہے جیسا کہ آپ بریلوی شاعر (مولانا احمد رضا خاں صاحب) کے قصیدۂ نعتیہ معراجیہ کے یہ اشعار ؎

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا

کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پہاڑیوں کے وہ حسن تزئین، وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں

صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چُنے ہوئے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پہ ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے [1]

(دیباچہ "دربارِ علم" صوفی پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤالدین گجرات)

یہ قصیدہ زبان و بیان کے لحاظ سے بلا ریب اردو زبان کا سب سے بہترین قصیدہ ہے، چند مزید اشعار سنئے:۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں

ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی

وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیونکہ تجھے وہ عالم!

جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

وہی تو اَب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے

نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

براق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے

مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

---

[1] حدائق بخشش کے مروّجہ ایڈیشن میں شامل اشعار اور ان اشعار میں کافی لفظی اختلاف ہے۔

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رُک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی، وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے
جھلک سی اِک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی، برات میں ہوش ہی گئے تھے
یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجّد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنیوالے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش حصہ اول)

قصیدۂ درودیّہ:۔ یہ قصیدہ حکیم نیّر واسطی صاحب مدظلہ کے سفرِ حجاز میں اُنکا مستقل رفیق رہا ہے۔ واسطی صاحب فرماتے ہیں :۔

"صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا یہ نغمہ تڑپاتا رہا حتیٰ کہ دامنِ معصیت آنسوؤں سے تر ہو گیا ؎

کعبے کے بدرالدجےٰ تم پہ کروروں درود | طیبہ کے شمس الضحےٰ تم پہ کروروں درود
جان و دلِ اصفیا تم پہ کروروں درود | آب و گلِ انبیا تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات | اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود
کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ | تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود

(رسالہ نباض، اپریل مئی ۱۹۷۰ء صہ ۲، بعنوان کوئے یار کی باتیں)

اس قصیدے میں ایک خاص صنعت کا التزام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کا آخری حرف، حروفِ تہجی (ا سے لیکر ی تک) کی ترتیب کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ یہ صنعت شائد ہی کسی اور شاعر نے اپنی نظم میں برتی ہو۔ اب عشقِ نبی سے سرشار اس قصیدہ کے چند مزید اشعار سنیں اور اپنے قلب و روح کو گرمائیں ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا | جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب | نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروروں درود
تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود | تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود
خَلق تمہاری جمیل، خُلق تمہارا جلیل | خَلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم | بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروروں درود

(حدائق بخشش حصہ دوم)

انتخابِ غزلیات: حدائقِ بخشش ہر سہ حصص سے نعتیہ غزلیات کا انتخاب بلا تبصرہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔ ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا | "نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے اعدا تیرے | نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

(حصہ اول)

اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا — کنارِ خارِ مدینہ دمیدہ ہونا تھا (حدائق اول)
نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی — کہ صبحِ گُل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنّا ہی رہی — ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا (〃)
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا — سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دہن سے مہکے — باغِ عالم میں ہیں بلبل ہوں ثناخواں کس کا (سوم)
شبِ اعمالِ سیہ صبحِ کرم سے بدلی — نور افشاں ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا 〃

کسی وحشی کی خاک اڑ کر حرم میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھنا شورِ مستانہ سلاسل کا 〃

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں — سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب[1] (اول)

---

[1] علامہ عبد المصطفےٰ صاحب ازہری فرماتے ہیں" علمائے ادب نے متنبی کے اس شعر کی بڑی داد دی ہے سہ ازورہم وسوادالیل یشفع لی۔ وانثنیٰ وبیاض الصبح یغری لی۔ کہ اس میں زیارت، انثی، سواد، بیاض، لیل، صبح، شفاعت، اغرابی میں تقابل ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ متنبی کے معجزات سے ہے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں امام رضا کا شعر متنبی سے بڑھ کر ہے، فرماتے ہیں سہ حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں۔ سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب، اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے تقابل سے آیا ہے جس سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت حضرتِ یوسف علیہ السلام پر ثابت ہوتی ہے۔ ۱۔ وہاں حسن یہاں نام۔ ۲۔ وہاں کٹنا عدمِ قصد پر دلالت کرتا ہے یہاں کٹانا کہ قصد وارادہ بتاتا ہے۔ ۳۔ وہاں مصر یہاں عرب، کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کی سرکشی اور خود سری مشہور تھی۔ ۴۔ وہاں زناں یہاں مردان۔ ۵۔ وہاں انگلیاں کٹیں، ایک بار ہونے کی خبر دینا ہے یہاں کٹانا کہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(فیض رضا، اعلیٰ حضرت نمبر ۱۹۷۰ء، ص ۶۱-۶۰)

چرچے ہوتے ہیں یہ کملائے ہوئے پھولوں میں — کیوں یہ دن دیکھتے اگر پاتے بیابانِ عرب

گذرے جس راہ سے وہ سیّدِ والا ہو کر — رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر
رخِ انور کی تجلّی جو قمر نے دیکھی — رہ گیا بوسہ دہِ نقشِ کفِ پا ہو کر
صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال — رشکِ گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر (اول)

اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں — مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک (")

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل — پامالِ جلوۂ کفِ پا ہے جمالِ گل
نعتِ حضور میں مترنّم ہے عندلیب — شاخوں کے جھومنے سے عیاں وجدِ حالِ گل (")

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول — لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول
دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت — کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول (")

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم
ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں!
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں!
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم (")

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد　　　سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں (اول)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں　　　جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دئے ہیں (〃)

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو　　　جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دئے ہیں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود　　　وقفِ سنگِ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں (〃)

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں　　　یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں (〃)

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سروِ جاں فزا

حیرت نے جھنجھلا کر کہا ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر

بے پردہ جب وہ رخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں (〃)

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں (〃)

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا　　　لوٹ جاؤں پاکے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں (〃)

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار　　　وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں (〃)

حرم کے کانٹوں کو ہم گل بھی نہیں کہہ سکتے — کلیجے ان کے ہیں جو خار خانہ کہتے ہیں (سوم)

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو (اول)
غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا — مری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو "

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں — میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو — جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ — دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے[۱] (")

---

[۱] ایک دیوبندی فاضل حافظ بشیر احمد غازی آبادی کالم نگار اخبار جنگ کراچی تحریر فرماتے ہیں " ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا، یہ سراسر غلط فہمی ہے جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں، ہم اس غلط فہمی کی صحت کیلئے آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں:-

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے الخ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے. جتنی بار پڑھئے کہ "خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے" دل ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا. بے شک جس کیلئے یہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے وہ خدا کا محبوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی عظمت سے نوازا جو شافعِ محشر ہے وہ یتیم عبداللہ، آمنہ کا لال، وہ ساقی کوثر وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر، وہ شہنشاہِ کونین وہ سرورِ کون و مکان، وہ تاجدارِ دو عالم جس کا سایہ نہ تھا، اس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا، بیشک وہ خالق کا بندہ ہے اور خلق کا آقا ہے۔"

(جہادِ آزادی کا قائد، از حافظ بشیر احمد غازی آبادی، اخبار جنگ کراچی، بحوالہ "عرفات" اعلیٰحضرت نمبر اپریل ۱۹۷۰ء ص ۳۰، ۳۱)

گلزارِ قدس کا گُل رنگیں ادا کہوں درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے (اول)

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گاہ کہوں جانِ مراد و کانِ تمنّا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حیرتیں ہیں آئنہ دارِ وفورِ وصفِ گل ان کے بلبل کی خموشی بھی لبِ اظہار ہے (〃)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار

روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے[2] (〃)

انھیں کی بُو مایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے (〃)

کھلے کیا رازِ محبوب و محب مستانِ غفلت پر

شرابِ "قد رای الحق" زیبِ جامِ "من رانی" ہے (〃)

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (دوم)

---

[1] "لولاک لما خلقت الافلاک" کی کتنی دلآویز اور دلکش انداز میں ترجمانی ہے۔

[2] سجودے نیست اے عبد العزیز ایں۔ بروبم از مژہ خاکِ درِ دوست (اقبال)

ہمارے دیکھے ہوئے ہیں مدینے کے ذرّے سنا دو مہر کو اب دعوئ ضیا نہ کرے (سوم)

فارسی نعت فارسی نعت گوئی میں بھی اعلیٰحضرت کا پایہ بہت بلند ہے۔ حضرت کی سوز و گداز سے بھرپور فارسی نعتیں حضرتِ رومؔی، جامؔی، قدسؔی، نظامؔی اور غالبؔ کی یاد دلاتی ہیں۔ آپ کی فارسی نعت گوئی پر ایک علٰحدہ تفصیلی مقالہ لکھا جائے گا۔ سرِ دست آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کی نظر سے آپ کی فارسی نعت گوئی کا نمونہ بھی گزر سکے ؎

یارب ز من بر شہِ ابرار درودے بر سیّد و مولائے منِ زار درودے

بر ابروئے آں قبلۂ قوسین سلامے بر چشمِ خطا پوش عطا بار درودے

بر گوشِ نبی کانِ کرم باد سلامے بر طرّۂ آں گیسوئے خمدار درودے

چوں رفرفش از دائرۂ این و متیٰ پاک بر جستہ بیک شوخیٔ رفتار درودے

خاکِ درِ او باش رضا تا زِ کرامت خود بشنوی از ہر در و دیوار درودے (حصہ سوم)

دانی کہ چیست رونقِ تصویرِ کائنات حق جلوہ گر ز نام و نشانِ محمّد است

تنویرِ علمِ غیب بہر جوہرے کجا ایں شب چراغ گوہرِ کانِ محمّد است

صیدِ مشیّت اند رضا بندگانِ عشق تقدیر نادکے ز کمانِ محمد است

(رسالہ اعلیٰحضرت بریلی ۱۹۶۲ء)

مختلف زبانوں پر عبور اعلیٰ حضرت عربی، فارسی، اردو اور ہندی بھاشا کے جیّد عالم تھے۔ ایک مرتبہ بعض احباب کے تقاضا سے مجبور ہو کر آپ نے ایک ایسی نعتیہ غزل لکھی جس میں مذکورہ چاروں زبانیں بڑے سلیقے سے سموئی گئی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلیٰ لَیْلیٰ چو بہ طیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّ سَخَاكَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم

برسن ہارے رِم جھم رِم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاكَ فَزِدْ حَرَقًا یک شعلہ دگر برزن عشقا

مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا (اول)

دیکھئے قادر الکلام شاعر نے لفظ "سونا" کو ایک شعر میں کن کن معنوں میں موزون کیا ہے ؎

سونا پاس ہے سُونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے (اول)

پہلے "سونا" کے معنیٰ زر، دوسرے سونا کے معنیٰ سنسان، خاموش اور تیسرے سونا کے معنی نیند کے ہیں۔

مولانا الطاف حسین حالی کا شعر ہے ؎

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا

کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

اب دیکھئے اعلیٰ حضرت نے اس مضمون کو کس انداز اور کس شان سے نظم کیا ہے ؎

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے

اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے (اول)

"سوکھے دھانوں پہ پانی پڑنا" ایک مشہور محاورہ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اعلیٰ حضرت نے اس محاورہ کا استعمال کس چابکدستی سے کیا ہے ؎

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو (حصہ اول)

۱۹۰۸ء میں جب شبلی نعمانی اور دیگر اراکین دار العلوم ندوہ نے ندوہ کی عمارت کا سنگ بنیاد لفٹیننٹ گورنر سر جان ہیوٹ سے رکھوایا اور بڑے بڑے مشائخ اور علماء گورنر صاحب کو کورنش بجالائے۔ علماء اسلام اور پادری صاحبان کو ایک ہی صف میں برابر کی کرسیاں ملیں تو اعلیٰ حضرت نے اس جلسۂ سنگِ بنیاد کے متعلق ایک نظم لکھی جس میں اردو، فارسی، عربی و انگریزی کے الفاظ بڑی چابکدستی سے استعمال کئے گئے ہیں، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

مفت مفتی یافت ایں عزت کہ اور اہم نشیں
با اماماں وجج و جنٹ و کلکٹر می کنند (سوم)

صنعت عدم الشفتین

اس صنعت کلام میں ایسے حروف لائے جاتے ہیں کہ جن کے پڑھنے کے وقت ہونٹ آپس میں نہ ملیں۔ اس قسم کی صنعتیں عموماً کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مصداق ہوتی ہیں۔ الفاظ غیر مانوس اور مغلق استعمال کئے جاتے ہیں جس سے پڑھنے والے کے پلے کچھ نہیں پڑتا لیکن اعلیٰ حضرت کی اس صنعت میں کہی ہوئی غزل میں ایک بھی نامانوس لفظ نہیں، وہی سادگی اور روانی ہے، ملاحظہ فرمائیں ؎

سیدِ کونین سلطانِ جہاں ظلِ یزداں شاہِ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں
دل کشا دل کش دل آرا دلستاں کانِ جاں جانِ جہان وشانِ شاں
تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لئے ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو کچھ نہ ہو تو ہی تو ہے جانِ جہاں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں دل سے یونہی دور ہو ہر ظن و خاں

(حصہ سوم)

ایک قطعہ بند غزل

اس قطعہ بند غزل میں اعلیٰ حضرت رضاؔ نے مسئلہ شفاعتِ مذنبین کو اصل صحیح ٹھہرا کر اور خود کو مستحقِ شفاعت بنا کر اس طرح امیدِ کرم ظاہر کی ہے کہ خیال کو صورتِ واقعہ دے دی ہے۔ اس طرح کی مثالیں اساتذۂ فن کے کلام میں اکثر مل جاتی ہیں۔ اب اس غزل کے چند اشعار پڑھئے اور ایمان کو تازہ کیجئے ؎

بے بسی ہو جو مجھے پرسشِ احوال کے وقت ۔ دوستو کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور ۔ ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے ۔ کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجے مری ۔ کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے ۔ اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے

سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہیں پیش ۔ ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل ۔ بندہ بیکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحرِ کرم جوش میں آئے ۔ یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو ۔ ہم بھی تو آ کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور ۔ اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور ۔ اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا ۔ کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

صدقہ اس رحم کے اس سایۂ دامن پہ نثار ۔ اپنے بندہ کو مصیبت سے بچایا کیا ہے (ادل)

تضمین

حدائق بخشش حصہ سوم میں اعلیٰ حضرتؒ کی کئی کامیاب تضمینیں شامل ہیں۔ ان کے اپنے ہی کلام پر ان کی تضمین کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو ؎

بستگی میں تمہارے غنچۂ دل کو یہ گماں ۔ سو نسیمیں چلیں کھلنا تھا مگر اس کا محال

دفعۃً کیا ہوا اس حال نے پایا جو زوال ۔ صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال

رشکِ گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

پیچ و تاب اتنا نہ کر کچھ تو سلجھ اے سنبل — پڑ گئی پیچ میں کیوں تیری سمجھ اے سنبل
کیوں پریشان ہے اتنا تو سمجھ اے سنبل — عاشقِ زلفِ نبی ہوں نہ الجھ اے سنبل

کب میں آتا ہوں ترے دام میں دانا ہو کر

انتخابِ رباعیات

شاعرانہ اصطلاح میں رباعی اس صنف کا نام ہے جس میں چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ یہ شاعری کی مشکل ترین صنف ہے۔ بہت کم شاعر اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جب ہم کلّیاتِ رضاؔ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس صنف کے بھی کامیاب نمونے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں ؎

کس ہاتھ کا غم تاب و تواں ٹوٹ گیا — کانپا یدِ بیضا کہ عصا ٹوٹ گیا
جنبش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضاؔ — بجلی سی گری شیشۂ مہ ٹوٹ گیا (سوم)

ہر جا ہے بلندئ فلک کا مذکور — شاید ابھی دیکھے نہیں طیبہ کے قصور
انسان کو انصاف کا بھی رہے پاس — گو دور کے ڈھول ہیں سہانے مشہور (دوم)

اے خدمتِ درگاہِ تو دینِ جبریل — روشن بسجودے تو جبینِ جبریل
جولانگہِ خدّام جنابت باشد — سدرہ کہ بود شاہ نشینِ جبریل (سوم)

ہے جلوہ گاہِ نورِ الٰہی وہ رو — قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں ہیں سبزۂ مژگاں کے قریب — چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو (دوم)

اللہ کی سرتا بہ قدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ (اول)

کس قدر جھپٹے روشن تنِ محبوبِ الٰہ جامہ سے عیاں رنگ بدن ہے واللہ

کپڑے یہ نہیں بیٹھے ہیں اس گل کے رضا فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ (دوم)

نورِ رخِ سرور کا عجب جلوہ ہے آٹھوں پہر اس کوچہ میں دن رہتا ہے

یہ شامِ مدینہ نہ سمجھنا اے دل آہِ دلِ عاشق کا دھواں چھایا ہے (سوم)

یاں شبہ شبیہ کا گزرنا کیسا بے مثل کی تمثال سنورنا کیسا

ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام تصویر کا پھر کہئے اترنا کیسا (اول)

منقبت اعلیحضرت نے زبدۂ کائنات، فخرِ موجودات اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و ثنا کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت اطہار اور اولیائے کرام خصوصاً شاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بڑے خلوص اور محبت سے ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں فرماتے ہیں ؎

سایۂ مصطفٰے مایۂ اصطفٰے عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل ثانیٔ اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام (دوم)

حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا ؎

فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام (")

حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں ؎

دُرِّ منثورِ قرآں کی سلک بہی زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدیٰ   حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام (دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ؎

تشنہ لب تر دامنو مژدہ کہ ہیں   ساقیٔ نہرِ لبن مولا علی
باغباں اللہ گلبن مصطفیٰ   عندلیبِ نغمہ زن مولا علی (سوم)

علی امام علی ملتجا علی مولیٰ   سقر میں جائے جو چھوڑے شہا ترا دامن (〃)

علیِ مرتضیٰ تو ہے وصیِّ مصطفیٰ تو ہے   مِرا حاجت روا تو ہے مِرا مشکلکشا تو ہے (〃)

حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کی شان میں ؎

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین   اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے   آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین (دوم)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں   کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا (〃)

شاہِ بغداد حضرت شیخ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی شان میں ؎

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر   سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
منبعِ فیض بھی ہے مجمعِ افضال بھی ہے   مہرِ عرفاں کا منور بھی ہے عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے   کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر (اول)

اپنے پیر و مرشد حضرت اچھے میاں صاحب علیہ الرحمہ کی منقبت میں فرماتے ہیں ؎

قامتِ تو سروِ نازِ جویبارِ معرفت   روئے تو خورشیدِ عالم تابِ ایماں آمدہ
موئے زلفِ عنبریت قوتِ روحِ ہدیٰ   رنگِ رویت غازۂ دینِ مسلماں آمدہ

زنگ از دلہا زداید خاک بوسیٔ درت　　　　تابناک از جلوہ ات مرآۃِ احساں آمدہ

اے زلالِ چشمۂ کوثر لبِ سیراب تو　　　　بر درِ پاکت رضاؔ با جانِ سوزاں آمدہ　(دوم)

خاتمۂ کلام اب ہم اس مقالہ کو اعلیٰحضرت کے تین عربی اشعار پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے والدِ ماجد حکیم محمود خاں صاحب دہلوی کی وفات حسرت آیات پر قدیمی تعلق کی وجہ سے کہے تھے اور جو اس وقت بھی اس پتھر پہ کندہ ہیں جو حکیم محمود خاں صاحب کی قبر کے سرہانے لگا ہوا ہے۔ اشعار یہ ہیں ؎

بَکَتِ الْعُیُوْنُ اَمَا تُرِیْدُ جُمُوْدَا　　　　اَبْکَتْ شَرِیْفًا صَادِقًا مَحْمُوْدَا

اَسِفَتْ لِفَقْدِ الطِّبِّ عَصْرَ قِوَامِہٖ　　　　فَاسْتُ وَھَلْ بَاْسًا تُحِسُّ فَقِیْدَا

اَمَلَتْ عَلٰی مَثْوَاہُ یَوْمَ مَعَادِہٖ　　　　قَبْرًا الَّذِیْ فِی الطِّبِّ مَاتَ حَمِیْدًا

(اجمل میگزین، دہلی، فروری ۱۹۳۶ء، ص ۷۳،۷۴)

پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں حکیم محمود خاں کے دادا اور والد (حکیم محمد شریف خان اور حکیم صادق علی خان) کے ناموں کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے" حکیم صادق علی خاں صاحب علومِ اسلامیہ سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے اسمٰعیل دہلوی کی اسلام سوز کتاب "تقویت الایمان" کے رد میں ایک کتاب بھی لکھی تھی۔" (اجمل میگزین دہلی، فروری ۱۹۳۶ء، ص ۶۰)

۳۰ نومبر ۱۹۷۴ء

فقیر سیّد نور محمد قادری

چک ۵ شمالی، ڈاکخانہ چک ۵ براستہ ملکوال

ضلع گجرات

کتابیات

۱۔ حدائق بخشش حصہ اول، مطبوعہ لاہور

۲۔ ″ دوم، ″ مراد آباد

۳۔ ″ سوم، ″ بریلی

۴۔ دربارِ علم، مولانا عبدالماجد بدایونی، مطبوعہ پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات ۱۳۴۱ھ

۵۔ پیغاماتِ یومِ رضا، شائع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور

۶۔ مجددِ اسلام، از نسیم بستوی، مطبوعہ کانپور، جولائی ۱۹۶۷ء / ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ، مکتبہ امجدیہ گونڈہ (یوپی)

۷۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد، مرکزی مجلسِ رضا لاہور، بار دوم ۱۹۷۴ء

۸۔ شعر و حکمت، حکیم سید علی احمد نیر واسطی، ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور

۹۔ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری، مرکزی مجلسِ رضا لاہور، بار دوم ۱۳۹۳ھ

۱۰۔ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، مولانا اختر شاہجہانپوری، مجلس رضا لاہور ۱۹۷۱ء

۱۱۔ ماہنامہ فیض رضا، لائل پور، اعلیٰحضرت نمبر ۱۹۷۰ء

۱۲۔ ماہنامہ نباض لاہور، اپریل و مئی ۱۹۷۰ء

۱۳۔ ماہنامہ اجمل میگزین دہلی، فروری ۱۹۳۶ء

۱۴۔ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۴ نومبر ۱۹۵۸ء

۱۵۔ ماہنامہ فاران کراچی، ستمبر ۱۹۷۳ء

۱۶۔ سالنامہ نگار لکھنؤ، جنوری ۱۹۵۷ء

۱۷۔ ماہنامہ سیارہ، عبدالعزیز خالد نمبر مئی ۱۹۶۵ء

۱۸۔ ہفت روزہ رضوان ۱۲/۲۸، جولائی ۱۹۵۲ء

۱۹۔ سہ ماہی ادبی دنیا ۱۱، دور پنجم

۲۰۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء

ابوالطاہر فدا حسین فدؔا
مدیر مہر و ماہ، لاہور

منقبت

در مدح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ امام احمد رضا خان قدس سرہٗ

شمعِ عشقِ لم یزل، پروانۂ حسنِ رسول ﷺ
ہیں ترے جذبِ محبت کے کھلے ہر سمت پھول

حضرتِ احمد رضا، عبدِ محمد مصطفیٰ ﷺ
ہے بدرگاہِ محمد ﷺ تیری نذرِ دل قبول

مایۂ "اَلفقرُ فخری" سے ہے مالا مال تو
رحمۃٌ للعالمیں ﷺ کی رحمتیں تجھ کو حصول

اہلِ سنّت کی جماعت کے امام و پیشوا
الفتِ خیر البشر ﷺ ہے تیری فطرت میں حلول

بادۂ حبِّ نبی ﷺ سے ہو کے پھر مخمور و مست
جھوم اٹھا تیرے نغموں سے جہاں کا عرض و طول

دین و ملّت کے مجدِّد، ہادی و قطبِ زماں
تا ابد تجھ پر رہے گا رحمتِ حق کا نزول

روضۂ پُر نور پر تیرے ہیں قدسی سر بخم
ہو گیا عشقِ محمد ﷺ کا صلہ تجھ کو وصول

تیری تہذیب و ثقافت تیرے مسلک کے طفیل
ایک دن مٹ جائیگی دنیا سے ہر رسمِ فضول

منزلِ عرفانِ حق آسان تجھ پہ ہو گئی
اپنی ہستی کو مٹا دینا رہا تیرا اصول

ہو گئے مبہوت و ساکت حامیانِ کفر و شرک
حق پرستی سے تری ہر اہلِ باطل ہے ملول

واصفِ محبوبِ یزداں ﷺ کے مناقب لکھ فدؔا
پڑھ کے بسم اللہ، لے کے نامِ حسنین و بتول (رضی اللہ عنہم)

نوٹ:- یہ منقبت جلسۂ یومِ رضا منعقدہ نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور، میں پڑھی گئی تھی (ادارہ)

مکتوب جناب میاں محمد شفیع (م - ش) صاحب بنام مولف

۸۰ - سی ماڈل ٹاؤن لاہور

۵ مئی ۱۹۷۵ء

مکرم و محترم جناب قادری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

آپ کا ارسال کردہ کتابچہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ‌العزیز کی شاعری پر تبصرہ نظر نواز ہوا اس ھدیے کے لئے سراپا تشکر و امتنان ہوں -
اعلیٰ حضرت نے ایک پرآشوب دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کی نظم و نثر میں جو قندیلیں روشن فرمائیں - ان کی روشنی نے امت کو بے شمار ٹھوکروں سے محفوظ کرنے میں مدد دی اور منزل مقصود کی طرف رھنمائی کی - آج ھم ایک بار پھر ایک پرآشوب دور میں سے گزر رہے ہیں - اللہ تعالیٰ رحم فرماویں -

اُمید کہ آپ خیریت سے ھوں گے -

والسلام - محمد شفیع

پروفیسر نسیم قریشی
ریڈر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ
۲ مئی ۱۹۷۵ء

"اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" کے عنوان سے جناب سید نور محمد قادری صاحب کا مضمون پڑھنے کا موقعہ ملا - عنوان جاذب توجہ ہے اور قادری صاحب نے بڑے دلکش انداز میں اظہار خیال کیا ہے - حضرت مولانا احمد رضا خاں مرحوم مخزن علوم تھے ، اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں کی بدولت اپنی مثال آپ - اُن کی ثروت ذہن نے صرف علوم دینی کو ھی سیراب نہیں کیا بلکہ فارسی اور اردو ادب نے بھی ان کے رشحات فکر سے فیضان حاصل کیا ہے - ان کے نعتیہ قصائد ، مشاقی فن کا مظہر اور جوش جذبات کا آئینہ ہیں اور نعتیہ غزلیں مستی دل کے سرود مستانہ کی شان رکھتی ہیں - قادری صاحب نے بڑے دلاویز انداز میں حضرت مولانا کی شخصیت اور شاعرانہ کمال کے حسن و دلکشی کا جائزہ لیا ہے - انداز سنجیدہ ، بیان علمی ، زبان نکھری ھوئی - کاش قادری صاحب مختصر نویسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ مولانائے گرامی منزلت کی شاعری کے ارتقا ، اس کے مختلف پہلوؤں اور ادبی محاسن پر زیادہ تفصیل و تشریح سے کلام کرتے تو سیر حاصل تبصرہ کا حق ادا ھو جاتا -

مجھے امید ہے قادری صاحب توجہ فرما کر اس اھم ادبی خدمت کی انجام دہی میں تساہل نہ برتینگے -

والسلام - نسیم قریشی

مطبوعات مرکزی مجلس رضا ، لاہور

(۱) **تجلی المشکواۃ**
از اعلیٰ حضرت قدس سرہ (بلا قیمت تقسیم ہو کر ختم ہو چکی ہے)

(۲) **فاضل بریلوی اور ترک موالات** (طبع سوم)
از پروفیسر محمد مسعود احمد ، ایم - اے ، پی - ایچ - ڈی (بلا قیمت تقسیم ہو کر ختم ہو چکی ہے)

(۳) **اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام**
از مولانا اختر شاھجہان پوری (بلاقیمت تقسیم ہوکر ختم ہوچکی ہے)

(۴) **سوانح سراج الفقہا مع فتویٰ مبارکہ اعلیٰ حضرت**
از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (دو بار چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہو چکی ہے) -

(۵) **پیغامات یوم رضا** (طبع دوم)
از محمد مقبول احمد قادری - دس پیسے کے ٹکٹ بھیج کر طلب کریں-

(۶) **فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں** (طبع دوم)
از پروفیسر محمد مسعود احمد ، ایم - اے ، پی - ایچ - ڈی
یہ کتاب بذریعہ رجسٹری بھیجی جائے گی - اس لئے ایک روپیہ کا ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے -

(۷) **مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری** (طبع سوم)
از ملک شیر محمد خان اعوان (بلا قیمت) بیس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں -

(۸) **المجمل المعدد لتالیفات المجدد** (طبع دوم)
از علامہ ظفرالدین بہاری - (بلا قیمت) بیس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں -

(۹) **فاضل بریلوی کا فقہی مقام** (طبع دوم)
از علامہ غلام رسول سعیدی (بلا قیمت) بیس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں -

(۱۰) **محاسن کنزالایمان** (طبع دوم)
از ملک شیر محمد خان اعوان - بیس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں-

(۱۱) **اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر**
از سید نور محمد قادری - بیس پیسے کا ٹکٹ بھیجیں -

نوٹ : ہر کتاب کے لئے مطلوبہ ٹکٹ بھیجنے ضروری ہیں - اور صرف ایک ایک کتاب طلب کی جائے - زیادہ کی فرمائش کی تعمیل نہیں کی جائے گی -

مرکزی مجلس رضا

نوری مسجد ، بالمقابل ریلوے اسٹیشن ، لاہور

ملی پرنٹرز - ۹ سرکار روڈ - لاہور

فاضلِ بریلوی
کا
فقہی مقام
مولانا غلام رسول سعیدی
مرکزی مجلسِ رضا ◎ لاہور